تصحیح واستدراک برمقالہ میر قمرالدین منت

"برہان کی گذشتہ اشاعت میں میر قمرالدین منت پر جو فاضلانہ مقالہ شائع ہوا تھا اس پر بطور استدراک وتصحیح ہمیں دو تحریریں موصول ہوئی ہیں۔ پہلی تحریر ہندوستان کے مشہور محدث مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظم گڈھی کی ہے جس میں آپ نے میر قمرالدین منت والے مقالہ کے ساتھ ساتھ "امام طحاوی کی مشکل الآثار" والے مقالہ کے بعض حصوں پر بھی استدراک کیا ہے۔ دوسری تحریر جناب مولانا حکیم حسن مثنیٰ صاحب ندوی کی ہے۔ ہم ان دونوں تحریروں کو شکریہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں مقالہ کے اصل فاضل مصنف آج کل دہلی میں نہیں ہیں ورنہ یہ دونوں تحریریں اشاعت سے قبل ہی ان کے ملاحظہ میں آجاتی مناسب تھیں تاہم ہمیں امید ہے کہ اس طرح کے علمی اور تحقیقی مباحث میں جس فراخدلی اور باہمی قدردانی کی ضرورت ہے اس کی رعایت جانبین کی طرف سے رکھی جائیگی۔ (برہان)

(۱)

ازجناب مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی

ستمبر ۱۹۵۳ء کے برہان میں قمرالدین منت پر جو مقالہ شائع ہوا ہے اس میں بعض مقامات پر سخت تسامح واقع ہوگیا ہے، ضروری معلوم ہوا کہ کم ازکم آپ کی توجہ ادھر منعطف کرادوں۔

(۱) مضمون نگار نے احادیث کی جانچ پرکھ پر جس رسالہ کو منت کے بھائی کا رسالہ سمجھا ہے وہ درحقیقت حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی کا مشہور رسالہ عجالہ نافعہ ہے، چنانچہ مضمون نگار کی نقل کردہ

ہر دو عبارتیں عجالۂ نافعہ مطبوعہ مجتبائی دہلی کے ص ۲۱ اور ص ۲۴ پر موجود ہیں۔ نیز دوسری عبارت میں الارشاد الی مہمات الاسناد کا ذکر ہے اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کا مطبوعہ رسالہ ہے، میرے پاس اس کا اردو ترجمہ مطبوعہ احمدی دہلی ۱۳۱۳ھ موجود ہے۔

(۳) مضمون نگار نے شکرستان کے آخری بزرگ کمال الحق عبدالعزیز چشتی کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ وہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہیں، یہ بڑی فاحش غلطی ہے۔ اولاً تو حضرت شاہ صاحب چشتی نہیں تھے بلکہ نقشبندی تھے، دوسرے کسی نے ان کا لقب کمال الحق نہیں لکھا، تیسرے حضرت شاہ صاحب قمرالدین منت کی بعض امہات کے جد نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ منت کا جو سن ولادت مضمون نگار نے لکھا ہے اسی سال حضرت شاہ صاحب کی پیدائش بھی ہوئی ہے (دیکھو تذکرہ علمائے ہند وغیرہ)

بانکی پور لائبریری کے اس بیان کو کہ منت کی خالہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی بیوی تھیں" مضمون نگار نے شکرستان کے لفظ "جد بعض امہات مولف" کی بنا پر سقیم کہا ہے حالانکہ وہی بیان صحیح ہے جس کے لئے ایک قرینہ عجالۂ نافعہ میں شاہ صاحب کا منت کو برادر عالی آثر لکھنا ہے۔

اصل یہ ہے کہ شکرستان میں اپنے جس آخری بزرگ کا ذکر منت نے کیا ہے وہ بزرگ حضرت شاہ ولی اللہؒ سے بھی بہت متقدم ہیں، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ان کا ذکر اخبار الاخیار میں کیا ہے شیخ عبدالحق ہی کے عہد میں ان بزرگ کی وفات ہوئی ہے۔

نیز ان بزرگ کا ذکر صاحبزادہ محمد بولاق نے روضۂ اقطاب میں کیا ہے جو ۱۱۴۲ھ کی تصنیف ہے اور اس میں مذکور ہے کہ ان کے پیر نے ان کو جمال الحق لقب عطا فرمایا تھا، شکرستان اور روضۂ اقطاب میں جمال الحق اور کمال الحق کا اختلاف تصرفات ناسخین کا مرہون منت ہے۔

پھر سب سے بڑھکر یہ کہ ان بزرگ کا ذکر بہت تفصیل سے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے کیا ہے بلکہ انھیں بزرگ کے نام پر رسالہ کا نام "النبذة الابریزیة فی الطبقة العزیزیة" رکھا ہے مجھے اس

صحبت میں ان بزرگ کے حالات وسوانح نہیں لکھے ہیں اس لئے میں شاہ صاحب کے صرف ان الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں کہ یادگار مشائخ چشت بود ص ۱۳، شاہ صاحب نے ان کا سال وفات ۱۰۸۱ھ تحریر کیا ہے۔ ان بزرگ کے صاحبزادے تھے شیخ قطب العالم، اور ان کے فرزند تھے شیخ رفیع الدین محمد۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے ان دونوں بزرگوں کا بھی حال لکھا ہے۔ شیخ رفیع الدین محمد حضرت شاہ عبدالرحیمؒ پدر بزرگوار حضرت شاہ ولی اللہ کے نانا تھے (نبذہ ص ۱۶)

ناچیز کہتا ہے کہ اسی طرح کی کوئی نسبت قمرالدین منت کو بھی ہوگی جس کی بنا پر انھوں نے شیخ عبدالعزیز چشتی کو "جد بعض امہات مولف" لکھا ہے۔

اس تحقیق کے بعد مضمون نگار کی یہ کھٹک بھی بآسانی دور ہوجانی چاہئے کہ منت نے شیخ عبدالعزیز کو اپنے بزرگوں میں ذکر کیا ہے لیکن حضرت شاہ ولی اللہ کو کیوں چھوڑ دیا۔ تو بات یہ ہے کہ شیخ عبدالعزیز سے شاہ عبدالعزیز مراد ہی نہیں ہیں کہ یہ شبہ پیدا ہو۔

اس مقالہ پر اختصار کے ساتھ مجھے یہ گذارش کرنا تھا۔ اس کے علاوہ طحاوی والے مقالہ میں بھی ایک بات قابل توجہ ہے۔

مضمون نگار نے ص ۷۸ ابن مقدمہ معانی الآثار کی جو عبارت نقل کی ہے، وہ اصل میں غلط ہے۔ صرف ایک واو کے اضافہ سے رجال معانی الآثار کے لکھنے والے دو شخص ہوگئے۔ بہرحال صحیح عبارت یوں ہے۔

لہ شکرستان کے تیسرے بزرگ شیخ ابوالرضا محمد کی نسبت میرا خیال یہ ہے کہ وہ قاضی ابورضا نہیں ہیں کیونکہ اس لئے قاضی ابورضا کا جوزمانہ خود مضمون نگار نے لکھا ہے اس کے لحاظ سے وہ مولف (منت) کے نانا یا دادا نہیں ہوسکتے۔ میرے نزدیک وہ شیخ ابوالرضا محمد حضرت شاہ ولی اللہ کے عم محترم ہیں اور وہ بھی شیخ رفیع الدین محمد کے نواسے ہیں، پس اگر میرا یہ خیال صحیح ہو اور یہی شیخ ابوالرضا محمد منت کے کسی حرم کے جد (نانا یا پرنانا) ہوں تو شیخ عبدالعزیز چشتی کا جد بعض امہات مولف ہونا صاف صاف ظاہر ہوجاتا ہے۔

اس کتاب کے رجال سے اعتنا زین الدین معروف بابن الہمام اور شیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی نے کیا ہے۔

واعتنى برجاله زين المحدثين زين الدين المعروف بابن الهمام والثاني الشيخ قاسم بن قطلوبغا الحنفي۔

مضمون نگار نے اس عبارت سے ابن ہمام کا مولف رجال معانی الآثار ہونا سمجھ لیا۔ حالانکہ ابن ہمام نے اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔ ابن ہمام کا مفصل تذکرہ اور ان کی تصنیفات کی فہرست متعدد کتب میں موجود ہے۔ ہاں شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے بیشک رجال طحاوی لکھے ہیں اور اس کا ذکر علامہ سخاوی نے الضوء اللامع میں اور دوسرے مولفوں نے بھی کیا ہے۔ مضمون نگار غور کرتے تو عبارت مقدمہ معانی الآثار کی غلطی وہ اس طرح بآسانی پکڑ لیتے کہ ابن ہمام کا لقب کمال الدین ہے زین الدین نہیں ہے اور قاسم بن قطلوبغا کا لقب زین الدین ہے اور وہی ابن ہمام ثانی بھی مشہور ہیں واللہ اعلم

(۲)

از مولانا حکیم سید حسن مثنی صاحب ندوی

ماہ ستمبر کے برہان میں میر قمر الدین منت پر ڈاکٹر سید اظہر علی صاحب دہلی یونیورسٹی کا مقالہ نظر سے گذرا موصوف نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اور میر قمر الدین منت کا جو باہمی رشتہ قرابت ثابت کیا ہے اس میں انھیں سخت مغالطہ ہوا ہے، کاش اگر وہ منت کے اس فقرہ پر کہ "کمال الحق عبد العزیز چشتی قدس سرہ کہ جد بعض امہات مولف است عفی عنہ از مشاہیر عرفا و اعلام علما است" ذرا گہری نظر ڈالتے اور ساتھ ہی حضرت شاہ صاحب اور میر منت کی معاصرت نیز سال ولادت ان کے پیش نظر ہوتا تو ہرگز نہ تو وہ اس مغالطہ میں پڑتے اور نہ وہ نتائج مستنبط کرتے جو انھوں نے کئے۔ ان کا یہ استدلال بوجوہ صحیح نہیں۔

(۱) حضرت شاہ صاحب کا سالِ ولادت جیسا کہ ان کے تاریخی نام "غلام حلیم" سے ثابت

ہوتا ہے۔ ۱۱۵۹ھ ہے اور میر منت کا سنہ ولادت بھی جیسا کہ خود صاحب مقالہ نے تصریح کی ہے یہی سال ہے۔ ایسی صورت میں شاہ صاحب کا منت کا اب الام ہونا ہے بعید از عقل و قیاس ہے۔ چہ جائیکہ جد ام یا جد بعض امہات مولف ہونا (جیسا کہ خود منت نے تصریح کی ہے۔ کیونکہ "جد بعض امہات" کا اطلاق کم از کم نانی، دادی یا اس سے اوپر کے مادری سلسلہ کی کسی کڑی کے دادا پر ہی ہو سکتا ہے۔) تو بالکل ہی ناممکن اور از قبیل محالات ہے۔

(۲) شاہ صاحب منت کے انتقال کے بعد عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور منت سے ۳۱ سال بعد ۱۲۳۹ھ میں رحلت فرمائی، پھر منت کا ایک ایسے بزرگ کو جو اس کے آخری لمحات حیات تک زندہ ہو "قدس سرہ" لکھنا جو عموماً متوفی بزرگوں کے ساتھ لکھا جاتا ہے کس طرح ممکن ہے۔

(۳) شاہ صاحبؒ کے نام کے ساتھ کبھی "کمال الحق" کا امتیازی لقب، یا لفظ چشتی نہیں لکھا گیا حقیقت یہ ہے کہ کمال الحق شیخ عبدالعزیز چشتی عہد اکبری کے مشاہیر عرفا اور حضرت شیخ حسن طاہر کے خانوادے کے ایک بزرگ تھے، جس طرح وہ میر منت کے جد بعض امہات تھے جیسا کہ منت کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رضی اللہ عنہ و رحمہ کے بھی مادری اجداد میں سے تھے۔ چنانچہ شاہ صاحب نے اپنے بعض مولفات میں ان کا تفصیلی تذکرہ فرمایا ہے۔ (غالباً انفاس العارفین یا الامداد میں صحیح خیال نہیں) جب ہی سے حضرت شاہ صاحب اور منت مرحوم کے خاندان میں مسلسل رشتۂ قرابت و مصاہرت جاری رہا۔ حتی کہ شاہ صاحب کی والدہ ماجدہ یا جدہ محترمہ سونی پت کے اسی خاندان سادات سے تھیں۔ منت و شاہ صاحبؒ کے خاندان میں عرصہ سے قرابت کے تعلقات چند در چند قائم تھے۔ لہذا یہ قول کہ منت کی تربیت ان کی خالہ نے کی جو حضرت شاہ ولی اللہؒ کی بیوی تھیں (یہ محترمہ حضرت شاہ صاحبؒ کی زوجۂ ثانیہ اور حضرت شاہ عبدالعزیز کی والدہ ماجدہ تھیں) جس کو ڈاکٹر صاحب نے اس بنا پر کہ "خود منت حضرت

شاہ عبدالعزیز صاحب کو جد بعض امہات مولف لکھتے ہیں "سقیم قرار دیا ہے۔ سقیم نہیں بلکہ قابل قیاس اور حقیقت ہے اور خود موصوف نے "کمال الحق عبدالعزیز چشتی" کے الفاظ بغیر استقرار و تتبع نتیجہ اخذ کیا اور اسی کو اس قول کی تردید کی بنیاد قرار دیدیا کہ "حضرت شاہ ولی اللہ کی بیوی منت کی خالہ تھیں"۔ حالانکہ اس کی مزید تائید شاہ عبدالعزیز اور منت کے ہم عمر ہونے، شاہ صاحب کے سونی پت میں آمد و رفت، منت کے شاہ صاحب سے تفسیر و حدیث کا درس لینے اور دیگر واقعات سے جو اسی سلسلہ میں بیان ہوئے ہیں ہوتی ہے۔ ان واقعات کے پیش نظر شاہ صاحب کا خالہ زاد بھائی ہونا تو یقینی ہو سکتا ہے لیکن جد امّ یا اس سے بڑھکر جد بعض امہات ہونا تو قطعاً محال ہے۔

چونکہ یہ ایک تعلیمیافتہ فضل مغرب کی تحقیق ہے اس لئے ممکن ہے کہ اس مغالطہ کو کہیں تاریخی انکشاف نہ سمجھ لیا جائے یہ چند سطور قلم برداشتہ ارسال ہیں تاکہ ان کے پیش نظر آپ اپنے نوٹ کے ذریعہ برہان کی آئندہ اشاعت میں اس غلطی کی تصحیح فرما دیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی بہترین کتاب
الفوز الکبیر فی اصول التفسیر کا اردو ترجمہ

اصل کتاب کی اہمیت کیلئے حضرت شاہ صاحبؒ کا نام نامی کافی ہے۔ شاہ صاحب نے اس کتاب میں قرآن مجید کی تفسیر کے تمام بنیادی اصول پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ یہ کتاب حقیقت میں کلام الٰہی کی تفسیر صحیح کے لئے ایک کنجی کا کام دیتی ہے۔ چنانچہ خود حضرت شاہ صاحبؒ اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں "جب اس فقیر پر کتاب اللہ کے سمجھنے کا دروازہ کھولا گیا تو میں نے چاہا کہ بعض مفید نکات جو کتاب اللہ کے سمجھنے میں دوستوں کے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں انھیں ایک رسالہ میں منضبط کر دوں۔ ان قواعد کو سمجھ لینے سے ایک وسیع شاہراہ "کتاب اللہ" کے سمجھنے میں کھل جائیگی"۔ کتاب کا ترجمہ ہماری زبان کے مشہور مترجم رشید احمد صاحب انصاری مرحوم نے کیا ہے قیمت ۱۲/

پتہ:- **مکتبہ برہان دہلی قرول باغ**